© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نظرات

جولائی ۱۹۶۳ء سے ادارۂ تحقیقات اسلامی کا مجلہ "فکر و نظر" قوم کو فکر و نظر کی دعوت دے رہا ہے اور پابندی سے اپنے روایتی اور معیاری اسلوب کو برقرار رکھتے ہوئے شائع ہو رہا ہے۔ پچھلے چند سالوں سے یہ مجلہ جناب محمد سرور صاحب کے زیر ادارت رہا۔ اب موصوف کے لاہور منتقل ہو جانے کے بعد ادارت کی گراں قدر ذمہ داری عارضی طور پر میرے سپرد کی گئی ہے۔ مجھے اپنی بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے یہ بار امانت اٹھانے کی توفیق بخشے میرے قلم کو لغزشوں سے بچائے اور اسے حق کی حمایت و تائید کی قوت دے۔ اس دور میں اخبارات و رسائل نہ صرف رائے عامہ کے اظہار کا وسیلہ ہیں بلکہ رائے عامہ کی اصلاح کا ذریعہ اور عوام کے شعور کو بیدار کرنے کا ایک مؤثر آلہ بھی ہیں، کیا اچھا ہو کہ ہم اس قوت کو امانت سمجھتے ہوئے اس کے صحیح استعمال کے عادی بن جائیں اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر دین، قوم اور ملک کی حقیقی خدمت انجام دیں۔

ہمارے ہاں بعض حضرات کو اسلام میں تحقیقات کے کام پر اعتراض ہے' وہ کہتے ہیں کہ اسلام تو ایک تحقیق شدہ مکمل دین ہے' اب اس میں تحقیقات کی کیا گنجائش ہے؟ بلاشبہ اسلام ایک مکمل دین ہے جو انسانوں کو اپنی صلاحیتیں بڑھانے اور ترقی کے بلند ترین مقام پر پہنچانے کا سبق دیتا ہے، لیکن اس سبق میں وہ مختلف ہدایات دیتا ہے جن میں سے بعض تو ایسے عقائد سے متعلق ہوتی ہیں جن کا تعلق ماورائے مادیات سے ہوتا ہے اور جنہیں تسلیم کر لینے کے بعد ہی انسانوں کو اوہام و خرافات سے نجات ملتی ہے۔ ان کی عقلوں کو مختلف غلامیوں اور ذہنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بندھنوں سے چھٹکارا اور ان کی صلاحیتوں کو چھپے چھوڑنے کا موقع ملتا ہے۔ ان میں کچھ
عقائد ہوتے ہیں کہ انسانی عقلِ سلیم کے لئے اپنے مفاد کی خاطر انہیں قبول کرنے کے سوا کوئی چا
کار ہی نہیں ہوتا۔ انہی ہدایات میں بعض ایسی مشقیں اور ریاضتیں ہوتی ہیں جن سے انسان
انفرادی و اجتماعی عقل کو عمومی مفاد کے کاموں کی تربیت اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں کے حص
کی تربیت دی جاتی ہے۔ انہی ہدایات میں ایسے احکام بھی ہیں جو ایک ہی مسئلہ کے مختلف پہلو
سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے حالات و قوانین کو مدنظر رکھنا
ہے اور پھر موقع و محل کو دیکھ کر مختلف احکام میں سے کوئی مناسب حکم تجویز کرنا ہوتا۔
نیز انہی ہدایات میں خیر و شر، معروف و منکر، منفعت و مضرت کو پہچاننے بھلائیاں کرنے
برائیوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عدل و نظام قائم کرنے کی تلقین ہے اور بدنظمی و فساد سے
گیا ہے۔ احسان و اعتدال اور اصلاح و ترقی کو مقصود و مطلوب قرار دیا گیا ہے اور ظلم و
پستی و پس ماندگی کی مذمت کی گئی ہے۔ عقل و فہم، فکر و نظر اور تفکر و تدبر کی دعوت دی گئی
جہل و جمود، تعطل و خمود سے نفرت دلائی گئی ہے۔

ظاہر ہے کہ ان تمام ہدایات سے استفادہ کرنے اور مختلف امور میں فیصلہ کرنے کے لئے ع
و فہم کو کام میں لانا پڑے گا۔

توحید کو بچانے کے لئے نئے نئے بھیسوں میں رونما ہونے والے لات و عزیٰ کی سرکوبی لاز
ہے۔ زندگی کے مختلف گوشوں میں عدل قائم کرنے کے لئے ظلم کی چالوں کو مات دینا ضروری
اللہ کی طرف سے ودیعت کی جانے والی امانتوں کو ان کے مستحقین میں ادا کرنے اور حق دار کو
کا حق پہنچانے کے لئے ہمیں اپنی قوت فیصلہ اور تجربات سے فائدہ اٹھانا پڑے گا۔

اللہ کی کتاب بتاتی ہے اور ہمارا تجربہ اس پر شاہد ہے کہ انسان اللہ کی تعلیمات کو بدلتے رہتے
اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے اللہ کی کتابوں کو پس پشت ڈالتے رہتے ہیں۔ خود معبود و رب بن
کے لئے اللہ کی کتاب کے نام سے خود ساختہ ایڈیشن پیش کئے جاتے ہیں۔ احبار و رہبان اپنے مناصب
جائز فائدہ اٹھا کر استحصال پیشہ بن جاتے ہیں۔ مساجد بجائے اللہ کی عبادت کے اپنے حقیر مق
برآری کے لئے مراکز کا کام دینے لگتی ہیں۔ دینی حمیت، سطوت توحید قائم کرنے اور اجتما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوت و اخوت پیدا کرنے کے بجائے افتراق و انتشار کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی طرح صدقات و خیرات فقر و مسکنت کے استیصال کے بجائے پس ماندگی و فقر کی لعنت کو برقرار رکھنے کے لئے وجہ جواز بن جاتے ہیں۔ اللہ کی کتاب جو پیغام حیات ہے زندگی بھر غلاف میں بند رہتی اور دم مرگ استعمال کی جاتی ہے۔ اللہ کے انبیاء جو انسانوں کو اللہ تک پہنچانے کے لئے آتے تھے انہیں خدا بنا لیا جاتا ہے۔ وہ ائمہ و فقہاء جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں دینی تعلیمات کے سمجھنے سمجھانے کی کوششیں کیں انھیں دین کے بارے میں آخری سند سمجھ لیا جاتا ہے۔

الغرض دنیوی معاملات کو دینی حدود میں چلانے اور دین کے نام سے پھیلنے والی بے دینی کو دُور کرنے کے لئے ہمیں اللہ کی ہدایات کے مطابق تفکر و تدبر اور بحث و تحقیق سے کام لینا ہوگا اور اسی کا نام "اسلام میں تحقیقات" ہے۔

تحقیق اس اجتہاد اور کوشش کا نام ہے جو حق کو معلوم کرنے اور حق تک پہنچنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ عمل اتنا عزیز ہے کہ اگر اس راہ میں غلطی بھی کی جائے تو اس پر بھی ایک اجر کی بشارت دی گئی ہے۔ "المجتهد اذا اخطاء فله اجر" جو حق کو طلب کرنے سے اس لئے گریز کرتا ہے کہ مبادا وہ لغزش نہ کر بیٹھے۔ وہ منجمد اور شل ہو کر رہ جائے گا۔ جو حق کی تلاش میں ٹھوکریں کھانے سے ڈرتا ہے وہ کبھی صحیح کام نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو لوگ حق کی تلاش میں جہاد نہیں کرتے وہ انہیں کبھی حق تک پہنچنے کی توفیق نہیں بخشتا۔ "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق کی تلاش نے نجوم و قمر و شمس سے گزرنے کے بعد کامیابی کی راہ دکھلائی، اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ جن مدارج سے گزر کر حق تک پہنچے تھے وہ مدارج ان کے لئے باعث اجر نہ تھے۔ پس اللہ کے نزدیک جس چیز کی مانگ اور قدر ہے وہ حق کی تلاش اور اس کے لئے سعی و اجتہاد ہے جو جہاں حق کی راہ میں اپنی جان اپنے خالق کے حوالے کر دے گا وہی اس کی شہادت گاہ ہے۔ تحقیق و اجتہاد کی اس درجہ حوصلہ افزائی ہر مسلمان کو اپنے میدان میں تلاش حق کی بے پناہ قوت بخشتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اسلاف کی کامیابی کا راز ہی تحقیق میں پوشیدہ تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحقیق کے لئے جس طرح مسلسل جد وجہد درکار ہے اسی طرح "فکر ونظر" بھی ضروری ہے بلکہ "فکر ونظر" کا مرتبہ عمل سے پہلے ہے۔

الرای قبل شجاعۃ الشجعان

ھو اول وھی المحل الثانی

قرآن مجید میں "فکر ونظر" کی جس طرح بار بار اور بتکرار دعوت دی گئی ہے شاید ہی کسی آسمانی کتاب میں اس کی نظیر مل سکے۔ قرآن مجید کی طرح کائنات بھی اللہ کی آیات کا مجموعہ ہے اور ان دونوں میں مومنوں کو "فکر ونظر" کی دعوت دی گئی ہے۔ وہ تمام مسائل جن کے بارے میں نصوص قطعیہ نہیں۔ وہ تمام حقائق جو زمانہ کی چیرہ دستی اور باطل کی آمیزش سے مسخ ہو چکے ہیں، وہ تمام زندہ قوتیں جو ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے مُردہ ہو گئیں، وہ تمام معانی جو رفتہ رفتہ صرف الفاظ بن کر رہ گئے، اپنے اصل مقام پر واپس پہنچنے کے لئے شدت سے ہماری "فکر ونظر" کے محتاج ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ "اَفَلَا تَتَفَکَّرُوْن" اور "اَفَلَا یَنظُرُوْن" کے جھنجھوڑنے والے الفاظ ہمیں "فکر ونظر" پر مائل نہیں کر دیتے ؟!

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ جس امت کو اس قدر کثرت سے "فکر ونظر" کی دعوت دی گئی ہے اپنے اندر بڑے بڑے محقق و مدبّر اور مفکر پیدا کرتی لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اس امت کی تعلیم گاہیں مفکرین ومحققین اور موجدین سے خالی ہیں۔ عمل کے فقدان کے ساتھ ساتھ کاہلی و سستی نیز تغافل و سہل انگاری نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا، غور وفکر در کنار غیر اسلامی زندگی کی نقالی، اور مغربی ثقافت کی اندھا دھند تقلید زندگی کے ہر شعبے میں طرۂ امتیاز بن چکی ہے، زبان پر اسلام کا نام اور عمل و کردار میں غیر مسلموں کے کلچر وتہذیب کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو "فکر ونظر" اور تحقیق کی راہ میں تعلیمات اسلام سے تغافل ہمیں نئے تقاضوں اور جدید سائنسی انکشاف سے بھی باخبر نہیں ہونے دیتا، غفلت کا پردہ ہماری آنکھوں پر اس طرح پڑا ہے کہ حق و باطل، صالح وطالح، معروف ومنکر، حسنہ وسیئہ کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی قوت (تمیز) سے کام نہیں لیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ سنت "خذ ما صلح و انفع" کو اختیار کرنے میں کبھی تردد نہ کرتی تھی آج ہمارے لئے پس ماندگی و درماندگی کا بہانہ بن گئی ہے۔ ہم تنقید وتحقیق اور بحث و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لا اکراہ فی الدّین قد تبیّن الرشد من الغیّ ۔ دین میں کسی قسم کا جبر و اکراہ نہیں۔ صحیح راہ غلط راہ سے کھل کر واضح ہو چکی ہے۔ (البقرہ: ۲۵۶)

اسلام میں جنگ کا مقصد آزادیٔ عقیدہ کی حمایت، لوگوں میں عقیدہ کی آزادانہ اشاعت کی ضمانت نیز اسلامی مملکت کی خارجی حملہ آوروں سے مدافعت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا انّ اللّٰہ لا یحبّ المعتدین۔ (البقرۃ: ۱۹۰) اور راہ خدا میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

اسلام میں جنگ مدافعانہ ہے مسلمان کسی پر بھی حملہ کرنے میں ابتدا نہیں کریں گے، وہ جنگ اسی وقت کریں گے جب انہیں لڑائی پر مجبور کر دیا جائے گا۔ ان کی نظر میں جنگ ایک معزز و مقدس مقابلہ کا نام ہے جس میں جنگ لڑنے والوں کے لئے شرافت و عالی ظرفی اور تقدس کے منافی اعمال روا نہیں۔ شرافت و عالی ظرفی کے ضروری عناصر یہ ہیں: عہد و پیمان کا احترام، خیانت سے اجتناب، مریضوں، زخمیوں اور قیدیوں کے ساتھ ہمدردی اور ان کا تسلی بخش انتظام صلح پسند اور جنگ میں حصّہ نہ لینے والے بچّوں عورتوں اور بوڑھوں سے تعرض نہ کرنا۔

۲۔ <u>امن و سلامتی کی بنیادوں کو مستحکم کرنا</u> | مضبوط فوج کے بغیر قوم تباہی کا نشانہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں اس کے دشمن اس کی قوت سے بے خوف ہو کر اسے ہڑپ کر لینے کی سوچتے ہیں لیکن جب اس کی فوجی قوت مضبوط ہوتی ہے تو دشمن اس کے ارادہ کا احترام کرتے ہیں اور انہیں اس پر ظلم و زیادتی کا منصوبہ بنانے کا موقع نہیں ملتا۔ نتیجتاً امن و سلامتی کا دَور دَورہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ

واعدّوا لھم ما استطعتم من قوّۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدوّ اللّٰہ وعدوّکم وآخرین من دونھم لا تعلمونھم اللّٰہ یعلمھم وما تنفقوا من شیٔ فی سبیل اللّٰہ یوفّ الیکم وانتم لا تظلمون۔

اور (مسلمانو!) جہاں تک تمہارے بس میں ہے ہر قسم کی قوت اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے فوجی دستے تیار رکھو تاکہ اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو نیز ان لوگوں کے سوا اوروں پر بھی جن کی تمہیں خبر نہیں۔ اللہ انہیں جانتا ہے اور (یاد رکھو) اللہ کی راہ میں تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے، وہ تمہیں پورا پورا مل جائے گا۔ اور تمہاری حق تلفی نہیں ہوگی۔

© rasailojaraid.com